چل میرے خامے بسم اللہ

مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

کشف سبائیت

قسط اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری آرزو تھی کہ میری کتاب سبائی فتنہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی زندگی میں طبع ہو کر ان کی نظروں سے گزر جائے۔ سو خدا کا شکر ہے کہ محترم جناب سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری بالقابہ کی کوشش سے اسکی جلد اول طبع ہوئی اور جونہی کتاب میرے پاس پہنچی میں نے سب سے پہلے حضرت قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں بذریعہ ڈاک روانہ کر دی جو انکو انہی کے بقول ۸ رجب ۱۴۱۲ھ کو مل گئی۔

یہ تو ہمیں سو فیصد یقین تھا کہ حضرت قاضی صاحب، خاموش نہ بیٹھیں گے۔ اپنی تمام تر مصروفیات اور کمزوریٔ صحت کے باوجود جس طرح بھی بن پڑا اس پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھیں گے اور قاضی صاحب کی طبعی و مزاجی خصوصیات کے پیش نظر کچھ اندازہ بھی تھا کہ وہ کیا لکھیں گے اور کس انداز سے لکھیں گے۔ اس لئے ہم اس کے جواب کیلئے ہر طرح سے تیار تھے۔ لیکن ہمیں یہ خیال نہ تھا کہ قاضی صاحب کتاب پڑھے بغیر اس پر تبصرہ شروع کر دیں گے۔ بلکہ ہم اس خوش فہمی میں تھے کہ قاضی صاحب بڑے تحمل، تسلی اور اطمینان کے ساتھ پہلے پوری کتاب پڑھیں گے۔ اسکو سمجھیں گے۔ اور سنجیدگی سے غور کریں گے پھر اس پر تبصرہ کیلئے قلم ہاتھ میں لیں گے۔ اصول اہل السنۃ کی روشنی میں ہماری کسی غلطی کی دلائل کے ساتھ نشاندہی کریں گے خلاف اصول اپنی عبارتوں کا کوئی معقول اور قابل قبول جواز پیش کریں گے اور ظاہر ہے کہ یہ کام کافی وقت کا متقاضی تھا۔ جس کا قاضی صاحب جیسے مصروف آدمی کیلئے اتنی جلدی مہیا ہونا اتنا آسان نہ تھا اس لئے ہم اس طرف سے اپنے آپ کو قدرے فارغ سمجھ کر سبائی فتنہ کی دوسری جلد کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ لیکن جب قاضی صاحب کے تبصرے کی پہلی قسط سامنے آئی تو ہمارا خیال غلط ثابت ہوا۔ یہ جان کر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی کہ انہوں نے نہ پوری کتاب پڑھی نہ سمجھی اور نہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا بلکہ اپنی ہی تصریح کے مطابق جستہ جستہ فہرست کتاب اور بعض صفحات پر نظر ڈالی پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ اور تبصرہ کیلئے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے تاکہ ان کے معتقدین حوصلہ نہ ہار بیٹھیں، دل نہ چھوڑ بیٹھیں۔ حضرت قاضی صاحب سے ٹوٹ نہ جائیں ان میں بے چینی و بے دلی راہ نہ پا جائے۔

اصولی طور پر تو ان کے اس تبصرے کا نوٹس ہمیں اس کے مکمل ہونے کے بعد ہی لینا چاہیئے تھا اور ہمارا ارادہ بھی یہی تھا لیکن حضرت قاضی صاحب کے اجمالی تبصرے کی قسط اول دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ اصولی اور ضابطے کی بحث نہ کریں گے۔ حقائق اور دلائل کا سامنا کرنے کی بجائے اپنے معتقدین کو حوصلہ دینے اور اپنے ساتھ جوڑے رکھنے کیلئے انکو غیر متعلقہ بھول بھلیوں میں ہی گھماتے، پھراتے رہیں گے، نہ کوئی ڈھنگ کی بات کریں گے، نہ بات کسی

نتیجہ پر پہنچا کے ختم ہی کریں گے کہ پھر ہمیں اس پر اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع مل سکے۔ اس لئے کافی سوچ بچار کے بعد یہی طے پایا کہ سبائی فتنہ کی جلد دوم کی تیاری کے ساتھ ساتھ مظہری تبصرہ کا نوٹس بھی ساتھ کے ساتھ ہی لیا جائے تاکہ قارئین کرام صرف ہماری کتاب کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ مظہری تبصرہ کی حقیقت سے بھی ساتھ ہی ساتھ واقف ہوتے رہیں۔ (حضرت قاضی صاحب کے تبصرے کی پہلی قسط ان کے ماہنامہ حق چار یار بابت ماہ رجب، شعبان ۱۴۱۲ھ میں چھپی ہے۔

کیا میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے؟

سب سے پہلی تعریض قاضی صاحب نے مجھ پر یہ کی ہے کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے (حق چار یار، رجب/شعبان ۱۴۱۲ھ ص ۲۹)

الف:۔ اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اگر میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا تو قاضی صاحب کو میرا وہ نام اور پتہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جس پر انہوں نے مجھے وصولی کتاب کی رسید بھجوائی تھی؟ انکو یہ پتہ لگانا کیونکر آسان ہوا کہ میں جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا سند یافتہ ہوں؟ وہ یہ معلوم کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے کہ میں فی الحال جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں تدریس کی خدمت انجام دے رہا ہوں؟ انہوں نے یہ کیسے پہچان لیا کہ میں ہی وہ ہوں جس نے انکو آج سے چوبیس سال پہلے ۱۳۸۸ھ میں کراچی سے ایک خط لکھا تھا جو ابھی تک ان کے پاس محفوظ ہے؟ انہوں نے یہ کیسے جان لیا کہ جہلم میں ان سے ملاقات کرنے والا میں ہی تھا؟ جی ہاں! اگر میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا تو انکو یہ مان لینا کیونکر ممکن ہوا کہ جصاص کی جصاصیات سے متعلق آج سے چھ سال قبل ۱۴۰۶ھ میں اسلام آباد سے انکو خط میں نے ہی لکھا تھا؟ ہاں تو قاضی صاحب ذرا یہ بھی تو فرمائیں کہ اگر میں نے شیعوں کے کتمان و تقیہ پر عمل کیا تھا تو انکو سبائی فتنہ کتاب، بھیجی کس نے تھی؟

کتنے تعجب کی بات ہے کہ کتاب انکو میں ہی بھیجتا ہوں، میری کتاب ملتے ہی انکو آج سے نہیں بلکہ آج سے چوبیس سال پہلے ۱۳۸۸ھ سے مجھے پہچان لینا آسان ہو جاتا ہے۔ میری ملاقاتیں اور خطوط یاد آ جاتے ہیں۔ میں کہاں کا سند یافتہ اور فی الحال کہاں، کیا کر رہا ہوں، انکو معلوم کر لینا ممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ارشاد کیا ہوتا ہے؟ کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے! فیا للعجب۔

ب:۔ دوسری گزارش قارئین کی خدمت میں یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کو جب میں نے کتاب بھیجی تھی تو اسی کتاب کے اندر انکو اپنا وہ خط بھی بھیجا تھا جو انہوں نے اپنے تبصرہ کی اسی قسط اول میں شائع کیا ہے۔ اس خط میں میرا نام اور مکمل پتہ درج ہے۔ سوال یہ ہے کہ میں نے کتاب پر اپنا نام ظاہر کیا تھا یا نہیں لیکن قاضی صاحب کو تو کتاب میرے مکمل نام اور پتہ کے ساتھ ہی ملی تھی۔ میرے اسی نام اور مکمل پتہ کی بنیاد پر ہی انکو میرا مکمل تعارف حاصل کرنا اور مجھ سے متعلق مذکورہ معلومات فراہم کرنا آسان اور ممکن ہوا تھا۔ اس طرح کم از کم قاضی صاحب کیلئے تو میرا نام مخفی نہ رہا تھا۔ لہٰذا شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے والی تعریض مجھ پر کوئی اور کرتا تو کرتا، قاضی صاحب کو تو شرعاً، اخلاقاً، دیانتاً اور قانوناً کسی اعتبار سے بھی مجھ پر یہ تعریض کرنے کا حق ہرگز نہ تھا۔ بنا بریں قاضی

صاحب ہی فرمادیں کہ سبائیت کی تردید کرتے کرتے بقول ان کے مجھ پر کوئی اثر ہو گیا ہے یا خارجیت و ناصبیت کی تردید کرتے کرتے وہی کسی اثر سے متاثر ہو گئے ہیں؟

ج:۔ تیسری گزارش یہ ہے کہ کیا قاضی صاحب کو میری کتاب پر مؤلف کی حیثیت سے "مولانا ابو ریحان سیالکوٹی" جلی حروف میں لکھا ہوا نظر نہیں آیا؟ یہ "ابو ریحان" کیا ہے؟ کیا یہ نام نہیں؟ کیا کنیت، نام نہیں کہلاتی، نام کی جگہ استعمال نہیں ہوتی؟ نام والا کام نہیں کرتی؟ عربی، فارسی اور اردو کی جتنی بھی لغتیں ہمارے پاس موجود ہیں یعنی المنجد، مصباح اللغات، غیاث اللغات، نسیم اللغات اور جدید لغات اردو سب میں کنیت کو نام ہی کہا گیا ہے۔ یعنی وہ نام جو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جائے اور جدید لغات اردو میں تو اسکا ایک معنیٰ "خاندانی نام" کیا گیا ہے۔ نیز حضرت قاضی صاحب نے ہدایۃ النحو پڑھتے وقت "عطف بیان" کی تعریف میں "وہو اشہر اسمی شئی" اور پھر اسکی مثال میں "قام ابو حفص عمر و قام عبداللہ بن عمر" پڑھا ہوگا۔ ان دونوں مثالوں میں ابو حفص اور ابن عمر، کنیتیں ہیں لیکن کہا انکو بھی عمر اور عبداللہ کی طرح اسم (نام) ہی گیا ہے اور پھر "ابو ریحان" میری محض فرضی کنیت نہیں بلکہ حقیقی اور واقعی کنیت ہے۔ میرے ایک بیٹے کا نام "ریحان اللہ" ہے جسکا رجسٹریشن نمبر ۳۰۰۰۷۷۳۶۴۷۳۵ ہے۔ جب کنیت بھی نام ہی کی ایک قسم ہے۔ اور یہ نام میرا فرضی بھی نہیں بلکہ حقیقی و واقعی ہے اور کتاب پر جلی حروف میں لکھا ہوا بھی ہے تو پھر ہم نہیں سمجھ سکے کہ حضرت قاضی صاحب جیسے قائد اہل السنت اسکو نام ظاہر نہ کر کے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنا کس طرح فرما رہے ہیں۔ یہ کہنا تو بہت مشکل ہے کہ قاضی صاحب، کنیت کی مذکورہ حقیقت سے ناواقف ہوں گے، لہذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ میری کتاب سبائی فتنہ کے صاف و شفاف آئینے میں اپنی کتاب "خارجی فتنہ" کا اصل چہرہ دیکھ کر ایسے متحیر ہو گئے کہ حقائق پر سنجیدگی سے غور ہی نہ کر سکے۔

فبہت الذی کفر!

اور شہرت و عدم شہرت میں میرے خاندانی اور غیر خاندانی دونوں نام برابر ہیں، جو کوئی مجھے جتنا میرے غیر خاندانی نام (عبدالغفور) سے جانتا ہے وہ اتنا ہی مجھے میرے خاندانی نام (ابو ریحان) سے بھی جانتا ہے اور جو مجھے میرے خاندانی نام (کنیت) سے نہیں جانتا وہ مجھے میرے غیر خاندانی نام سے بھی نہیں جانتا۔ لہذا میرے نام ابو ریحان کو تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے کتاب پر اپنا مشہور نام ظاہر نہیں کیا چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ میں نے کتاب پر سرے سے اپنا نام ہی ظاہر نہیں کیا اور یہ کہ اسطرح میں نے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا ہے؟

د:۔ چوتھی گزارش یہ ہے کہ کسی مصنف و مؤلف کا اپنی کسی کتاب پر کوئی مخصوص نام لکھنا اگر ایسا ہی ضروری ہے کہ اس کے بغیر کوئی مصنف و مؤلف، شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کے الزام سے نہیں بچ سکتا تو حضرت قاضی صاحب ہمارا یہ عقدہ حل فرما دیں کہ تحفہ اثنا عشریہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ جنکا اپنا مشہور نام شاہ عبدالعزیز، ان کے والد کا مشہور نام شاہ ولی اللہ اور دادا کا مشہور نام شاہ عبدالرحیم (رحمہم اللہ) ہے۔ لیکن کتاب میں شاہ صاحب نے اپنا یہ نام ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنا نام حافظ غلام حلیم، والد کا نام شیخ قطب الدین احمد اور دادا کا نام شیخ ابوالفیض لکھا ہے (تحفہ مترجم اردو ص ۲) پھر ص ۳۶۸ پر اپنے والد کو چھپایا اور ان سے اپنا ملنا اور مستفید ہونا

ایسے ظاہر کیا ہے جیسے کہ یہ دونوں آپس میں باپ، بیٹا نہ ہوں بلکہ ایک دوسرے کے غیر ہوں۔ حتیٰ کہ ہمارے دور کے بعض چوٹی کے علماء کو اسی وجہ سے "تحفہ" کے شاہ عبدالعزیز کی تصنیف ہونے میں ہی شبہ ہو گیا اور انہوں نے اسکو شاہ صاحب کی بجائے کسی افغانی کابلی عالم کی تصنیف لکھ دیا۔ بعد میں تنبہ ہوا کہ نہیں، یہ کسی کابلی ملا کی نہیں بلکہ خود شاہ صاحب مرحوم کی ہی تصنیف ہے۔ تو حضرت قاضی صاحب فرمادیں کہ کیا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ پر بھی رافضیت و شیعیت کی تردید کرتے کرتے کوئی اثر ہو گیا تھا کہ انہوں نے کتاب میں اپنا مشہور نام ظاہر نہ کیا۔ بلکہ بالقصد صرف اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے والد اور دادا تک کے نام کو چھپایا۔ حضرت قاضی صاحب فرمادیں کہ کیا شاہ صاحب نے بھی اپنا مشہور نام ظاہر نہ کرکے شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کیا تھا؟

ہ:۔ پانچویں گزارش یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب کو کتاب پر اگر میرا نام نظر نہیں آیا تھا تو ناشر سید محمد کفیل بخاری کا نام اور مکمل پتہ تو قاضی صاحب نے دیکھا ہی تھا۔ جب کسی کتاب کا ناشر اور اسکا مکمل پتہ معلوم ہو تو کتاب کے مؤلف و مصنف کو مجہول نہیں سمجھا جایا کرتا۔ ناشر کیطرف رجوع کرنے پر بھی اگر وہ کسی مصنف و مؤلف کا نام، پتہ نہ بتائے تو اسی کو اسکا ذمہ دار، کرتا دھرتا اور مؤلف و مصنف، غرضیکہ سب کچھ باور کیا جایا کرتا ہے۔ کیا حضرت قاضی صاحب نے [illegible]ب پر مؤلف کا نام نظر نہ آنے پر ناشر سے رابطہ کیا تھا کہ ان کو وہاں سے بھی مؤلف کا نام اور پتہ معلوم نہ ہوسکا تھا؟ اگر رابطہ نہیں کیا تھا تو یہ حضرت قاضی صاحب کی تحقیق کا قصور ہوا، میرا شیعوں کے کتمان و تقیہ پر عمل کرنا نہ ہوا۔ اور اگر ناشر سے رابطہ کیا تھا اور وہاں سے اصل مؤلف کا نام معلوم بھی ہو گیا تھا تو پھر قاضی صاحب ہی فرمادیں کہ اب شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کی تعریض کو اپنی نوک قلم پر لانے کا ان کے پاس آخر کیا جواز رہا تھا؟ اور اگر ناشر سے رابطہ پر بھی اصل مؤلف کا نام معلوم نہ ہوا تھا تو اسکا ناشر سید محمد کفیل بخاری ہی اصل ذمہ دار تھا قاضی صاحب چاہتے تو اسی کو کتاب کا اصل مؤلف فرض کرکے کتاب کو ہی اسی کی طرف منسوب تو کرسکتے تھے لیکن مجھ پر شیعوں کے کتمان اور تقیہ پر عمل کرنے کی پھبتی اڑانے کا حق تو انکو پھر بھی نہ پہنچتا تھا۔ کیا قاضی صاحب سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرنے کیلئے اختلاف کرنے والے کا پہلے ان کے پاس اپنا نام اور پتہ رجسٹرڈ کروانا ضروری ہے؟

و:۔ چھٹی گزارش یہ ہے کہ اصل بات یہ نہیں کہ میں نے کتاب پر اپنا نام لکھا تھا یا نہیں بلکہ اصل بات ایک تو یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے معتقدین کو خوش کرنے اور تسلی دینے کیلئے کوئی نہ کوئی نکتہ تو اٹھانا اور کوئی نہ کوئی شوشہ تو چھوڑنا ہی تھا۔ کوئی معقول نکتہ ہاتھ نہ لگا تو انہوں نے سوچا کہ معقول نہیں تو غیر معقول ہی سہی، تیر نہیں تو تکا ہی سہی، ڈھنگ کی نہیں تو بے ڈھنگی ہی سہی کوئی بات تو اٹھا ہی ڈالو اور کچھ نہیں تو اپنے معتقدین تو خوش ہو ہی جائیں گے۔ انکی ڈھارس تو بندھ ہی جائے گی اس لئے قاضی صاحب نے اس سے قطع نظر کہ اعتراض معقول ہے یا غیر معقول، اعتراض برائے اعتراض کرڈالا اور خود بھی خوش ہو گئے کہ انہوں نے بڑا معرکہ مار لیا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ کتاب پر میرا نام تو تھا اور قاضی صاحب نے میرا وہ نام پڑھا بھی تھا البتہ حضرت قاضی صاحب کے نام نامی، اسم گرامی کی طرح اس کے ساتھ القاب و آداب کے سابقے اور لاحقے نہ تھے۔ کیونکہ نہ یہ میرا مزاج تھا اور نہ مجھے یہ تکلفات پسند ہی تھے۔ اس لئے کتاب پر نام تو لکھا گیا مگر بالکل سادہ اور مختصر، لیکن حضرت

قاضی صاحب کی اس مین میخ نکالنے سے اندازہ ہوا کہ وہ تواضع اور سادگی کو پسند نہیں کرتے بلکہ اپنے سے اختلاف کرنے والوں کو "التکبر مع المتکبرین عبادۃ"[1] والی عبادت کرتے دیکھنا ہی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ سبائی فتنہ کا دوسرا حصہ اور کشفِ سبائیت اگر شائع ہوئیں تو میں قاضی صاحب کی اس مزاجی خصوصیت کا احترام کرتے ہوئے ناشر کو خصوصی ہدایت کرونگا کہ وہ میرے نام کے ساتھ سابقے، لاحقے ضرور لگائیں، تاکہ قاضی صاحب کا یہ شکوہ دور ہو سکے۔

میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" کس بناء پر رکھا ہے؟

کتاب پر میرے نام کی بحث کے بعد قاضی صاحب نے خود میری کتاب کے نام کی بحث بھی چھیڑی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں میرے خط کے حوالہ سے مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ

"آپ کو اگر مجھ سے صرف علمی طور پر اختلاف ہے نہ کہ مخالفت تو آپ نے میری کتاب خارجی فتنہ حصہ اول کے جواب میں اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" کس بناء پر رکھا ہے"۔ (ص ۳۱)

الف:۔ جواباً پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ کو بھی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی مؤقف سے علمی طور پر اختلاف ہے نہ کہ مخالفت۔ آپ نے بھی تو انکو ایک جلیل القدر صحابی مجتہد اور قطعی جنتی لکھا ہے۔ ان کی شرعی عظمت کے تحفظ کا دم بھرا ہے۔ یہی سوال میں آپ پر پلٹتا ہوں کہ آپ اگر حضرت معاویہؓ کو یہی کچھ کہتے، جانتے اور مانتے ہیں تو پھر آپ نے بھی انکو باغی، خاطی، جائر اور قصوروار کس بناء پر لکھا ہے؟ نیز ان کی طرف نافرمانی، گناہ باطل اور اللہ کے حکم کی مخالفت وغیرہ کی نسبت کس بناء پر کی ہے؟ فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

ب:۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" اس بناء پر رکھا ہے کہ اس میں آپ کی کتاب خارجی فتنہ حصہ اول...... کی جن عبارتوں پر بحث کی گئی ہے وہ اپنی ظاہری ساخت پرداخت کے اعتبار سے سبائیانہ ہیں۔ فتنۂ سبائیت کو ہوا دینے والی اور اسکو تقویت پہنچانے والی ہیں[2]۔ اپنے عام پڑھنے والوں کو سبائیت کی راہ پر ڈالنے والی ہیں اور ان کے دلوں میں اصحابِ جمل و صفین، بالخصوص حضرات حکمین، علی الاخص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے مولانا لعل شاہ صاحب مرحوم کی کتاب کی طرح وہ حسن ظن باقی نہیں رہنے دیتیں جو آپ کے ہی بقول اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہونا چاہیئے۔[3]

جسکی وجہ سے آپ کی کتاب کا وہ حصہ تردید خارجیت و ناصبیت سے زیادہ ترجمانِ سبائیت ہو کر رہ گیا ہے۔ اسکا لب ولہجہ ہے تو سبائیانہ انداز بیان ہے تو سبائیانہ، طرز استدلال ہے تو سبائیانہ۔ اور گو میں آپ کو ابھی تک سبائی نہیں کہتا، سمجھتا (اگرچہ لگتا یوں ہی ہے کہ آپ لے جانے مجھے اس طرف لگے ہیں) لیکن خارجی فتنہ کے اس حصہ میں خارجیت و ناصبیت کی تردید کے دوران آپ سبائی فتنہ سے اثر پذیر خوب خوب ہوئے ہیں کہ اس کیلئے سنی اسلوبِ بیان اور طرزِ استدلال کو کام میں لانے کی بجائے خالص سبائی اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کو کمال بے تکلفی سے کام میں لائے ہیں۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اسی سبائی لب ولہجہ، پیرایۂ بیان اور طرزِ استدلال کو سنی مسلکِ اعتدال و مسلکِ حق کی عین ترجمانی کا نام آپ نے دے دیا ہے۔

میں اگر آپ کو ابھی تک سبائی نہیں کہتا، مانتا تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ خارجی فتنہ، سبائیات پر مشتمل نہیں بلکہ

---

(۱) بیان القرآن از مفسر تھانوی رحمہ اللہ، تحت مسائل السلوک، ص ۸۱۱ "مطبوعہ تاج کمپنی"

(۲) جسکا ایک ثبوت آپ کی کتاب "دفاع حضرت معاویہؓ" کی وجہ تالیف ہے۔ (۳) خارجی فتنہ ص ۴۲۵ ج ۱

اسکی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے عقائد و نظریات اور خارجی فتنہ سے باہر کی آپ کی دیگر تحریرات سے واقف ہوں۔ ورنہ آپ کی کتاب خارجی فتنہ تو آپ کا تعارف سبائی کے علاوہ کسی اور حیثیت سے نہیں کرواتی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ سے متعلق امت کے فرقِ باطلہ وحقہ سے واقف مگر آپ کی ذات سے ناواقف کوئی شخص اگر آپ کی یہ کتاب پڑھے تو امید نہیں کہ وہ آپ کو ایک عام صحیح العقیدہ سنی بھی باور کر سکے چہ جائیکہ ایک امام اہل السنۃ؟

میں نے اپنی کتاب میں آپ کی کتاب سے نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ کے نشیب و فراز اور اس کے علامات و نشانات سے قارئینِ خارجی فتنہ کو چونکہ آگاہ کیا ہے تاکہ وہ خارجیت و ناصبیت کے بھنور سے بچ نکلنے کے بعد سبائیت کی دلدل میں کہیں نہ پھنس جائیں۔ اس بنا پر میں نے اپنی کتاب کا نام "سبائی فتنہ" رکھا ہے۔ یعنی قارئین خارجی فتنہ کو خارجی فتنہ سے ہی نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ پر چلنے سے بچانے والی کتاب۔ گویا یہ خارجی فتنہ سے نکلنے والے شارعِ سبائی فتنہ کا سائن بورڈ ہے تاکہ قارئینِ خارجی فتنہ بورڈ دیکھ کر آگاہ ہو جائیں اور ایک خطرناک راستہ سے بچ نکلنے کے بعد کہیں دوسرے خطرناک راستہ پر نہ چل نکلیں۔

ج:۔ اور اگر آپ اپنے اس سوال کا جواب اپنی زبان میں ہی سننا پسند فرمادیں تو پھر تیسری گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب کا یہ نام محض صورۃً رکھا ہے نہ کہ حقیقتاً جیسے کہ آپ حضرت معاویہؓ کو جائر، باغی، اللہ کے حکم کی مخالفت کا مرتکب وغیرہ وغیرہ صرف صورۃً سمجھتے ہیں نہ کہ حقیقتاً۔ مطلب یہ کہ آپ کی کتاب "خارجی فتنہ" کی جن عبارتوں پر سبائی فتنہ میں بحث کی گئی ہے ان میں خارجیت و ناصبیت کی تردید کیلئے آپ نے جو لب و لہجہ اور انداز بیان اختیار کیا ہے اس کے پیش نظر کہا تو آپ کو سبائی ہی جائے گا لیکن چونکہ آپ امامِ اہل السنۃ مانے جاتے ہیں اس لئے آپ کو صرف صورۃً ہی سبائی کہا جائے گا نہ کہ حقیقتاً اور آپ کی یہی صوری سبائیت ہی چونکہ میری کتاب کا موضوع ہے اس لئے میں نے اسکا نام سبائی فتنہ رکھا ہے جو نہایت ہی مناسب اور اسم بامسمیٰ ہے۔

قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام پر اچنبھا کیوں؟

دراصل قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام سے اچنبھا اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ سے متعلق سبائی فتنہ کے تین شعبوں یعنی رافضیت، خارجیت اور ناصبیت کو تو خلاف مسلک اہل السنۃ سمجھتے ہیں لیکن اسی کے چوتھے شعبے یعنی صرف محاربینِ حضرت علی، بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے مشاجراتی اجتہادی موقف پر بلاتکلف رائے زنی اور نقد و تبصرہ کو وہ خلاف مسلک اہل السنۃ نہیں بلکہ عین مسلک اہل السنۃ بنائے بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان حضرات کے حق میں سخت سے سخت الفاظ استعمال کرنے اور نامناسب سے نامناسب تعبیرات تک اختیار کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکلف محسوس نہیں کیا۔ حالانکہ یہ بھی سبائیت کا ہی ایک شعبہ ہے۔ اب جب ہماری طرف سے سبائیت کے اس شعبے کو بھی اس کے اصل نام یعنی سبائی فتنہ سے یاد کیا گیا تو حضرت قاضی صاحب چونکہ اس کو عین مسلک اہل السنۃ ہی بنائے بیٹھے تھے اس لئے انکو تعجب ہوا کہ سنی مسلک کو سبائی فتنہ کیسے کہہ دیا گیا۔ حالانکہ ہمارے نزدیک جس طرح رافضیت اور خارجیت و ناصبیت، سبائی فتنے کی شاخیں اور شعبے ہیں جن کی تردید کرنا اور دنیا کو ان فتنوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور اہلِ حق ہمیشہ یہ فریضہ انجام

دیتے رہے ہیں بالکل اس طرح صرف محاربین حضرت علی بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے مشاجراتی اجتہادی مؤقف پر یوں بلاتکلف نقد و تبصرہ بھی اسی سبائی فتنے کی ہی ایک شاخ اور اسی کا ایک شعبہ ہے۔ اسکی تردید کرنا اور اس سے بھی دنیا کو آگاہ کرنا از بس ضروری ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے اسکی ضرورت اور بھی زیادہ ہے کہ سبائیوں کی دسیسہ کاری نے بد قسمتی اور سنیوں کی غفلت کی وجہ سے اسکو مسلک اہل السنۃ کا ہی ایک جز بنا دیا اور اس کو سنی مسلک کی حیثیت سے سنیوں کے صرف سفینوں میں ہی نہیں بلکہ سینوں تک میں داخل کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف عوام ہی نہیں بلکہ خواص اہل السنۃ بھی دیگر صحابہ کرام بالخصوص حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کے حق میں جتنے حساس اور محتاط نظر آتے ہیں۔ محاربین حضرت علیؓ بالخصوص حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کے حق میں اتنے ہی فیاض اور غیر محتاط نظر آتے ہیں۔ ان حضرات کو اگر کوئی باغی کہے تو وہ مسلک اہل السنۃ ہے۔ طاغی کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ جائر کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ عاصی کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ آثم کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ علی الباطل کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ لم یکن علی الرشد کہے تو مسلک اہل السنۃ ہے۔ کیونکہ ان سب آداب و القابات سے مراد خطاء اجتہادی ہے۔ لیکن اگر کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف خطاء اجتہادی بمعنی ترک اولیٰ کی بھی نسبت کر دے تو وہ مسلک اہل السنت نہیں ہے بلکہ خارجیت و ناصبیت کی ظلمت ہے۔ کیونکہ یہاں مسلک اہل السنۃ یہ ہے کہ ان سے مشاجراتی اجتہاد میں نہ اجتہادی خطاء ہوئی ہے اور نہ ہو ہی سکتی تھی۔

حضرت قاضی صاحب کو ہی دیکھ لیجئے۔ حضرت معاویہؓ کے بارے میں زبان سبائیوں کی بولتے ہیں۔ انکو سبائیوں کے ترازو میں تولتے ہیں۔ ان کے صفینی اجتہادی مؤقف پر نقد و تبصرہ کیلئے الفاظ سبائی لغت کے جوڑتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ خود بھی اور ان کے مؤیدین بھی کہتے اسکو مسلک اہل السنۃ کی ہی عین ترجمانی ہیں۔ یہ تو قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ اکابر اہل السنۃ کی عبارتوں میں حضرت معاویہؓ کے حق میں نازیبا الفاظ آئے ہیں مراد ان کی کچھ ہی بیان کی جائے سوال یہ ہے کہ اصل مراد سے بڑھ کر یہ موہم توہین الفاظ ان کے قلم پر کس راہ سے آئے اور کیوں آئے؟ اور پھر مسلک اہل السنۃ کی عین ترجمانی کا درجہ انہوں نے حاصل کر لیا تو آخر کس طرح؟ اور دوسری طرف خطاء اجتہادی بھی ترک اولیٰ بھی اگر برداشت نہیں ہوتی تو آخر وجہ؟ یہ سب کچھ ہمارے نزدیک سبائیوں کی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ اور جس طرح حضرت علی یا دوسرے کسی بھی صحابی (رضی اللہ عنہم) کی شان میں ناشایاں الفاظ کا استعمال، ان کے اجتہادی مواقف پر بے تکلفانہ نقد و تبصرہ اور انکی تنقید و تنقیص، سبائی فتنہ کا شعبہ ہے بالکل اسی طرح محاربینؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) کی شان میں بھی ناشایاں الفاظ و نامناسب تعبیرات کا استعمال، ان کے اجتہادی مواقف پر بے تکلفانہ نقد و تبصرہ اور ان کی تنقید و تنقیص بھی سبائی فتنہ اور یقیناً سبائی فتنہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ اسکو سبائی فتنہ ہی کہا جائے گا۔ خواہ اسکو ایک مولانا یوسف لدھیانوی کی نہیں بلکہ ایسے کروڑ یوسفوں کی ہی تائید حاصل کیوں نہ ہو۔

اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے صفینی اجتہادی مؤقف پر نقد و تبصرہ کیلئے حضرت قاضی صاحب کے لب و لہجہ، اندازِ بیان اور طرزِ استدلال کو اگر ہم نے "سبائی فتنہ" کا نام دیا ہے تو بے جا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب کو میری کتاب کے اس نام سے متعلق سوال کرنے کی بجائے اپنی تعبیرات اور الفاظ و بیان پر نظر ثانی کر کے ان کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ ورنہ موجودہ انکا اسلوبِ بیان اور طرزِ استدلال تولامحالہ سبائیانہ ہی ہے اور جب تک یہ موجود ہے کہا اسکو "سبائی فتنہ" ہی جائے گا۔ لیکن حضرت قاضی صاحب چونکہ ایک جلیل القدر امام اہل السنتہ مانے جاتے ہیں اس لئے ہو گی ان کی یہ سبائیت صرف صورۃً ہی نہ کہ حقیقتاً بھی اور اس میں ان کی نہ کوئی توہین ہے نہ تنقیص شان کیونکہ اس پر انکو مولانا یوسف لدھیانوی صاحب جیسے بہت سے حضرات کی طرف سے ڈھیروں داد ملی ہے اور قابلِ داد کام کی کسی کی طرف نسبت اسکی توہین و تنقیص کیونکر ہو سکتی ہے[۱]

کیا "سبائی فتنہ" "خارجی فتنہ" کا جواب ہے؟

پھر قاضی صاحب نے میری کتاب کو اپنی کتاب کا جواب قرار دیا ہے حالانکہ "سبائی فتنہ" درحقیقت "خارجی فتنہ" کا جواب نہیں ہے بلکہ اس کے اندر موجود زہرِ سبائیت کا تریاق و علاج ہے۔ جس سے خارجی فتنہ کا مزاج مفید اور معتدل ہو گیا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر اسکا مزاج انتہائی مضر اور غیر معتدل تھا۔ تنہا خارجی فتنہ کا مطالعہ کرنے والا خارجیت و ناصبیت کی راہ سے بچ کر سبائیت کی راہ پر چڑھ سکتا تھا۔ اب اس کے ساتھ سبائی فتنہ کو بھی ملا کر پڑھنے سے انشاء اللہ یہ خطرہ نہ رہے گا اور اسکی تصریح میں کتاب کے شروع میں ہی کر چکا ہوں۔ چنانچہ خطبہ کے بعد میری کتاب کے افتتاحیہ کی پہلی سطر ہی اس طرح ہے کہ

"یہ چند طالب علمانہ گزارشات ہیں جو مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی صاحب کی تالیف خارجی فتنہ کے مطالعہ میں امید ہے کہ مفید ہوں گی"۔

اسکو حضرت قاضی صاحب نے بھی اپنے تبصرے کی پہلی قسط میں نقل کر دیا ہے۔ اسکا خط کشیدہ جملہ کیف ما اتفق نہیں لکھا گیا بلکہ میں نے بالقصد مذکورہ بالا نکتہ کے پیش نظر ہی لکھا تھا۔

علاوہ ازیں سبائی فتنہ اگر خارجی فتنہ کا جواب ہوتا تو پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی قاضی صاحب سے اختلاف کیا ہوتا حالانکہ اس مسئلہ میں میں نے ان سے اختلاف نہیں کیا۔ نیز اگر میری کتاب، قاضی صاحب کی کتاب کا جواب ہوتا تو میں نے اس میں مسلکِ اہل السنتہ اور اصولِ اہل السنتہ کی خلاف ورزی کی ہوتی، کیونکہ خارجی فتنہ میں قاضی صاحب نے اپنے دعوے کے مطابق اہل السنتہ کے مسلکِ حق و مسلکِ اعتدال کی ترجمانی کی تھی۔ اسکا جواب ظاہر ہے کہ اس مسلکِ حق و مسلکِ اعتدال کی خلاف ورزی ہی سے ہو سکتا تھا۔ حالانکہ سبائی فتنہ کی کسی بات کا اصول اہل السنتہ کے خلاف ہونا ابھی تک تو قاضی صاحب نے ثابت نہیں کیا اور امید ہے کہ انشاءاللہ آئندہ بھی ثابت نہ کر سکیں گے۔

لہذا سبائی فتنہ کو خارجی فتنہ کا جواب کہنا سراسر خلافِ واقعہ ہے بلکہ وہ اس کے اندر موجود سبائیت کے زہریلے جراثیم کا تریاق اور اس کے مضر پہلو کا مصلح ہے۔

---

(۱) چنانچہ قاضی صاحب ہی حضرت معاویہؓ کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت کر کے فرماتے ہیں کہ "اسمیں نہ کوئی بے ادبی ہے نہ تنقیص شان، کیونکہ اجتہادی مظاہر بھی ازروئے حدیثِ بخاری ایک گونہ ثواب ملتا ہے۔ تو کارِ ثواب پر ملامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے"۔ (خارجی فتنہ ج ۱، ص ۵۳۴)

کیا قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے متعلق خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی؟

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق میں نے خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی ہے۔ پھر جواب میں اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔(ص ۳۱)

کاش حضرت قاضی صاحب جیسا فرما رہے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہوتا۔ اس صورت میں ہمیں یقیناً اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ قاضی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق صرف خطاء اجتہادی پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس سے زائد اور بہت زائد، بہت کچھ لکھا ہے۔ انکو باغی انہوں نے لکھا۔ جائر انکو ابن ہمام سے زبردستی انہوں نے اگلوایا، قصوروار اور نافرمانی پر اصرار کے الفاظ ان کے حق میں انہوں نے استعمال کئے۔ اللہ کے حکم کی مخالفت کا مرتکب انکو انہوں نے بنایا۔ نص قرآنی و حدیثی کی مخالفت کا الزام ان پر، انہوں نے لگایا۔ ان کے اجتہادی مؤقف کو ازروئے نص قرآنی درحقیقت بالکل ناجائز، انہوں نے بتایا۔ نیز حکمین (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں گناہ، یقیناً سخت نافرمانی جیسے صریح الفاظ انہوں نے لکھے۔[1] اس سب کے باوجود قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ انکا ارشاد یہ ہے کہ

"میں نے خطاء اجتہادی سے زائد کوئی بات نہیں لکھی ہے"۔

حضرت قاضی صاحب کی جلالت قدر کے پیش نظر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ العیاذ باللہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید وہ اپنا کہا، لکھا بھول گئے ہیں۔ اور یہ کچھ بعید بھی نہیں ہے کیونکہ وہ عمر کے جس پیٹے میں ہیں اسکا تعارف ہی کسی اور نے نہیں خود خالق کائنات نے "لکیلا یعلم بعد علم شیئا" سے کروایا ہے۔

اس لئے حضرت قاضی صاحب یہ نہ پوچھیں کہ "مولانا ابوریحان کو اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی" بلکہ اپنے ذہن پر ذرا زور ڈال کر حضرت معاویہؓ کے متعلق اپنا لکھا، کہا۔ یاد کریں ورنہ میری کتاب۔ سبائی فتنہ حصہ اول کی فصل دوم اور چہارم دیکھ کر یاد کر لیں۔ انکو انشاء اللہ خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ابوریحان کو اتنی ضخیم کتاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔

علاوہ ازیں گزارش یہ ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے خطاء اجتہادی کی نسبت بھی حضرت معاویہؓ کی طرف جس طرح کی ہے وہ بھی کب اصولِ اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے موافق ہے؟ میں نے تو اپنی کتاب میں بات ہی یہیں سے شروع کی ہے کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہ وغیرہ محاربینِ حضرت علی (رضی اللہ عنہم) کی طرف خطاء اجتہادی کی نسبت جس طریقے سے کی ہے انکا وہ طریقہ اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہے۔ حضرت قاضی صاحب، میری کتاب پڑھ کر اگر تبصرہ فرماتے تو شاید ان کے تبصرے کا انداز کچھ اور ہوتا۔ میری کتاب پڑھے بغیر اس پر تبصرہ کی پہلی قسط لکھنے میں جلدی شاید آپ نے اپنے معتقدین کو حوصلہ اور تسلی دینے کیلئے کی تھی۔ سو وہ مقصد تو حاصل ہو چکا آپ کے معتقدین واہ واہ اور عش عش کر چکے لہذا اب تو آپ پہلے میری کتاب

(۱) ان سب باتوں کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "سبائی فتنہ" کی فصل دوم اور فصل چہارم۔

کم از کم ایک مرتبہ پوری پڑھیں اور پھر اس پر علی وجہ البصیرۃ تبصرہ کریں تاکہ جانبین کا توقت ضائع نہ ہو اور قارئین کو کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

کیا میں نے اپنی اس کتاب کے بارے میں سندیلوی صاحب سے استفادہ کیا ہے؟

آگے قاضی صاحب نے اپنی ایک آرزو کا اظہار کیا ہے اور ایک میرے بارے میں شوشہ چھوڑا ہے آرزو کا اظہار تو یوں کیا ہے کہ

"کاش کہ ابو ریحان مولانا عبد الغفور سیالکوٹی کے بجائے میری کتاب خارجی فتنہ کا جواب خود مولانا محمد اسحٰق سندیلوی صدیقی لکھتے"

اور میرے بارے میں شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ

"اور غالباً ابو ریحان صاحب نے مولانا سندیلوی سے اس کتاب کے بارے میں استفادہ بھی کیا ہو گا" (ص ۳۲)

جہاں تک قاضی صاحب کی مذکورہ آرزو کا تعلق ہے تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ اسکا اصل محرک کیا ہے۔ اس کے اصل محرک کی صحیح نشاندہی تو قاضی صاحب خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کے دو محرک سمجھ آتے ہیں۔ ایک سیاسی اور دوسرا نفسیاتی۔ لیکن یہ مسئلہ چونکہ ہم سے متعلق نہیں اس لئے ہم اس سے یہاں صرف نظر کرتے ہیں۔

باقی رہی بات ہمارے بارے میں مذکورہ مظہری شوشہ کی؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ کسی دینی یا دنیوی مسئلے یا معاملے کے بارے میں کسی بڑے سے یا اس مسئلے، معاملے کو جاننے والے سے استفادہ کرنا کوئی عیب نہیں، بری بات نہیں بلکہ ایک اچھی ہی بات ہے۔ حتیٰ کہ اس میں تو اصل کے اعتبار سے مسلم و کافر کی تفریق بھی نہیں کی جاتی۔ دیکھئے المنجد جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب ہے ایک عیسائی کی تصنیف ہے۔ لیکن شاید اس سے خود عیسائی اتنا استفادہ نہ کرتے ہوں گے جتنا کہ مسلمان کرتے ہیں۔ شاید قاضی صاحب بھی اس سے استفادہ کرتے ہوں گے۔ اس لئے اگر میں نے بالفرض سندیلوی صاحب سے اپنی اس کتاب کے بارے میں استفادہ کیا بھی ہو تو قاضی صاحب فرما دیں کہ انکو اس پر کیا اعتراض ہے؟ انہوں نے یہ شوشہ کیوں چھوڑا؟ کیا اس سے وہ اپنے معتقدین کو میرے بارے میں کوئی سگنل تو نہیں دے رہے؟ اچھا ہوتا اگر قاضی صاحب اپنے اندر کی بات ذرا وضاحت سے کر دیتے اور یہ بھی بتا دیتے کہ سندیلوی صاحب سے میرے استفادے کا شبہ انکو میری کس بات سے ہوا ہے؟ اگر یہ شبہ انکو اس بات سے ہوا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں سندیلوی صاحب کا ذکر کیا ہے تو یہ ذکر تو انکا میں نے محض یہ دکھانے کیلئے کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کے معاملہ میں سندیلوی صاحب اور قاضی صاحب دونوں ایک ہی لائن کے مسافر ہیں فرق صرف اَپ اور ڈاؤن کا ہے اور بس۔ سندیلوی صاحب کو بقول قاضی صاحب اگر حضرت علیؓ کی اجتہادی غلطی کسی نہ کسی درجے میں ثابت کرنے میں لطف آتا ہے[1]۔ تو قاضی صاحب نے اس سے زیادہ لطف حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی ثابت کرنے بلکہ گھڑنے میں اٹھایا ہے۔ لہذا میری کتاب میں

(۱) خارجی فتنہ ص ۵۶۲، ج ۱

سندیلوی صاحب کا ذکر، قاضی صاحب کے اس شبہ کی کوئی معقول و مضبوط بنیاد نہیں ہو سکتا۔

یہ تو ہوئی ایک ضابطے کی بات۔ اب آیئے امرِ واقعہ کی طرف۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ اپنی اس کتاب میں سندیلوی صاحب سے میرا استفادہ کرنا تو درکنار انکو تو اسکی تالیف کا علم تک بھی نہیں تھا۔ اسکا تو علم بھی انکو اس وقت ہوا جب کہ میں اسکا ایک حصہ مکمل کر کے اسکی اشاعت سے متعلق اپنے ایک دوست سے (جو کتابوں کا ہی کاروبار کرتے ہیں) مشورہ کرنے کراچی گیا تھا۔ وہاں اپنے اساتذہ اور بعض دیگر بزرگوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ بعض نئے مدارس عربیہ بھی دیکھے۔ اسی پروگرام میں سندیلوی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ دورانِ ملاقات میری کتاب کا ذکر آیا تو اس وقت انکو اسکا علم ہوا۔ اس سے پہلے انکو اسکا علم تک نہ تھا کتاب کی ایک ایک سطر میری اپنی ہے۔ سندیلوی صاحب کی اس میں ایک سطر بھی نہیں ہے اور نہ اس کی تالیف میں انہوں نے میری کسی قسم کی کوئی اعانت ہی کی ہے۔ اس لئے میں عرض کرونگا کہ مجھ سے متعلق حضرت قاضی صاحب کا یہ گمان کہ "میں نے اپنی کتاب کے بارے میں سندیلوی صاحب سے استفادہ کیا ہو گا"۔ خود ان سے متعلق کسی کے اس گمان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کہ "انہوں نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" کے بارے میں شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو سے استفادہ کیا ہو گا"۔

کیا میں قاضی صاحب کی عبارتوں کو نہیں سمجھ سکا؟

اس کے بعد حضرت قاضی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

"مولانا ابوریحان کو میری جو عبارتیں ایسی ملی ہیں جن سے حضرت معاویہؓ کے بارے میں منقصت کا پہلو نکلتا ہے۔ ان سے دوسرے علماء اہل السنت والجماعت نے تو ایسا نہیں سمجھا جنہوں نے میری کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی سمیت کسی سنی عالم نے بھی مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ اور اگر بعض مخالفین نے مجھ پر اس قسم کا الزام لگایا ہے تو میں نے اپنی کتاب کشف خارجیت اور دفاع حضرت معاویہؓ میں اسکا تسلی بخش جواب دے دیا ہے۔ میں تو یہی کہوں گا کہ مولانا موصوف بھی میری ان عبارتوں کو سمجھ نہیں سکے اور تنقیص کا پہلو نکال لیا"۔ (ملخصاً بلفظہ ص ۳۳)

ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

مَنْ سَبَّ الْاَنْبِیَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ جُلِدَ

جو شخص انبیآء علیہم السلام کو برا کہے اس کو قتل کر دیا جائے ، اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے اس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے !